The Dreams

(Or Vision)

خواب

(یا بصیرت)

’’مجھے جوانی کے آغاز ہی سے خواب دیکھنے کی وجہ سے ہر کسی نے مجھے بدنام زمانہ کیا تھا۔ میں خود بھی یہی سمجھتا تھا کہ خواب کبھی حقیقت نہیں ہوتے اور دوسروں کا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن بہت ساری حیران کن چیزیں ہوئی۔ اس لیے اب دل چاہتا ہے کہ انہیں بیان کروں کیونکہ کسی نے ان پر یقین نہیں کیا تھا۔ یہ خواب بالکل اسی صورت میں پورے نہیں ہوئے جیسے میں نے دیکھے تھے بلکہ خداوندِ عالم کے منصوبے کے مطابق کچھ بدلی ہوئی شکل میں حقیقت بنے‘‘۔ یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر کلکرنی مسکرائے۔ وہ اپنے ایک نوجوان دوست کے ساتھ آئی آئی ایمز میں پی جی پی داخلوں کے تازہ اعداد وشمار پر گفتگو کر رہے تھے جو تقریباً ۵۰۰۰ تک پہنچ چکے تھے۔ یہ تعداد ۲۰۰۸ کے تقریباً ۱۷۰۰ داخلوں سے تین گنا زیادہ تھی اور حیرت انگیز طور پر تقریباً اسی تعداد سے مطابقت رکھتی تھی جس کا خواب انہوں نے ایک دہائی قبل دیکھا تھا۔ یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ڈاکٹر کلکرنی انتظامی تعلیم کے لیے درسی مواد کی تیاری کے اسٹریٹیجک فوائد پر اپنے نئے کام کا ذکر کر رہے تھے۔

خواب پنجم: آئی سی یو/ بستر سے تحریر

پچیس برس تک میں تبدیلی کے انتظام (Management of Change) پر ایک کتاب لکھنے کی کوشش کرتا رہا جو میرے اسٹریٹیجک مینجمنٹ کے طلبہ کے لیے درسی مواد کا حصہ ہوتی۔ میں لکھتا تو تھا مگر قسطوں میں کیونکہ جب بھی متن کا کوئی حصہ مکمل کرتا تو محسوس ہوتا کہ اس کے لیے کوئی مثالی کیس اسٹڈی ہونی چاہیے۔ جب کیس لکھتا تو نئے خیالات ذہن میں آ جاتے جنہیں شامل کرنا ضروری سا محسوس ہوتا۔ پھر جب وہ مکمل کرتا تو مزید نکات سامنے آ جاتے جنہیں مثالوں کے ذریعے واضح کرنا ضروری سا لگتا تھا۔ اس طرح وقت گزرتا گیا اور پچیس برس بعد میں سبکدوش ہو گیا۔ یوں ’’اس خوابوں کی کتاب‘‘ کا خواب بھی دفن ہو گیا۔

سبکدوشی کے بعد مجھے یکے بعد دیگرے کئی بیماریوں لاحق ہوئی جن میں دو آپریشن بھی شامل تھے۔ میں گھر اور بستر تک محدود ہو کر رہ گیا۔ نہ سفر کر سکتا تھا، نہ باہر جا سکتا تھا، نہ لکھ سکتا تھا اور نہ ہی ٹھیک سے دیکھ سکتا تھا۔ خدا کے فضل سے میری ملاقات ایک میگنیٹو تھیراپسٹ سے ہوئی۔ اگرچہ میں مکمل طور پر صحت یاب نہ ہو سکا لیکن راتوں کو جب نیند نہ آتی تو تھوڑا تھوڑا لکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ میں اپنی پچھلی تحریروں اور کیس اسٹڈیز کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ان میں چند نئی چیزیں بھی شامل کر دیں۔ پچیس

برس پہلے ہم نے اکیڈمک ریسورس پارک قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا تاکہ درسی مواد کی ضروریات پوری کی جاسکیں مگر وہ منصوبہ عملی شکل اختیار نہ کرسکا۔ تاہم دو برس کے اندر میں ایک مختصر اور سادہ درسی کتاب، ایک کیس بک، مختصر مگر قابلِ توسیع کیسز کی کتاب (چھ بین الاقوامی زبانوں میں)، کیس تجزیے پر ایک کتاب، کیس میتھڈ پر ایک کتاب (طلبہ، منتظمین، اساتذہ اور ٹریز کے لیے) اور ایک تحقیقی کتاب مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ سب کتابیں اسٹریٹیجک مینجمنٹ سے متعلق تھی۔ تبدیلی کے انتظام کا متن بھی انہی میں ضم ہوگیا۔ ان کتابوں کی کم قیمت اور ضرورت مند افراد کے لیے مفت استعمال کی سہولت فراہم کرنے کے مقصد سے خود شائع کی۔

مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ میں آئی آئی ایمز میں اپنی پچیس سالہ ملازمت کے دوران کرنا چاہتا تھا، وہ میری سبکدوشی کے چھ برس بعد حقیقت کا روپ اختیار کرگیا۔ ''دیر آید، درست آید۔ شاید یہ تجربات مستقبل میں آخری صارفین کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں، جب ہندوستان globalisationinward کے خلاف فیصلہ کرے۔ اگر اکیڈمک ریسورس پارک قائم ہو جاتی تو ممکن ہے کہ آئی آئی ایمز کے سات سو سے زائد اساتذہ انتظامی تعلیم کے لیے درسی مواد کی ضروریات کو مسلسل بنیادوں پر پورا کرسکتے جیسا کہ تصور کیا گیا تھا''۔ ڈاکٹر کلکرنی نے کہا۔

چوتھا خواب: آئی آئی ایمز میں پی جی پی داخلوں میں چھ گنا اضافہ

میں خوش قسمت تھا کہ ۲۰۰۸ میں چھ نئے آئی آئی ایمز کے قیام کے لیے تفصیلی منصوبہ جاتی رپورٹ کی تیاری سے وابستہ ہونے کا موقع ملا۔ آئی آئی ایمز میں پی جی پی داخلوں میں اضافہ نہایت سست رفتاری سے ہو رہا تھا۔ ۲۰۰۲ تک پی جی پی میں کل داخلے صرف ۸۴۰ تھے۔ وزارتِ انسانی وسائل (MHRD) اور آئی آئی ایمز کے درمیان ایک تعطل کے نتیجے میں ۲۰۰۳-۰۴ میں ہر ادارے میں ایک اضافی سیکشن شامل کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد دوبارہ ۲۴۰ طلبہ کی تعداد پر جمود طاری ہو گیا۔ پھر ۲۰۰۷-۰۸ میں وزارت کو او بی سی ریزرویشن نافذ کرنا پڑا، جس کے باعث ۲۰۰۶-۰۷ کے داخلوں کے مقابلے میں نشستوں میں ۵۴ فیصد اضافہ کرنا ناگزیر ہوگیا۔

آئی ایم ایکس اور آئی ایم پی میں حاصل شدہ تجربے کی بنیاد پر مجھے یقین تھا کہ انسانی ذہن مخصوص اعداد و شمار کا عادی ہو جاتا ہے اور اس ذہنی سانچے کو بدلنا آسان نہیں ہوتا۔ رپورٹ تحریر کرتے وقت ہمارا احساس تھا کہ آئی آئی ایمز جیسے معیاری اداروں کو کم از کم انتظامی تعلیم کے خواہش مند طلبہ میں سے ۱۰ فیصد کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں۔ ۲۰۰۸-۰۹ کے سیشن کے لیے CAT کے درخواست دہندگان کی تعداد ۲۵۰۰۰۰ سے زائد تھی۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان میں کم از کم ۲۰ فیصد واقعی انتظامی تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی اور صلاحیت رکھتے تھے تو نشستوں کی تعداد تقریباً ۵۰۰۰ تک بڑھانا ضروری تھا۔ ۲۰۰۸ میں موجود تقریباً

۷۰۰ نشستوں کے ساتھ اگر مزید نشستوں کی ضرورت شامل کی جائے تو آئندہ دس برسوں میں تقریباً ۱۳۲۰۰ اضافی نشستوں کی ضرورت بنتی تھی اور ہم نے اپنی سفارشات اسی بنیاد پر مرتب کی۔ نئے آئی آئی ایمز نسبتاً تیزی سے قائم ہوئے اور تقریباً ۷-۸ برسوں (۲۰۱۰-۲۰۱۸) میں قریب ۱۵۰۰ نشستوں کا اضافہ کیا جبکہ پرانے آئی آئی ایمز نے ۳۰ سے ۵۰ برسوں میں صرف ۷۰۰ نشستیں بڑھائی تھیں۔ مزید اس کے دوسری نسل کے آئی آئی ایمز (IIMK اور IIML) نے تقریباً ۲۰ برسوں میں ۸۰۰ سے زائد نشستوں کا اضافہ کیا۔

اس دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ جون ۲۰۱۲ میں مجھے وزارتِ انسانی وسائل میں ایک پریزنٹیشن دینے کے لیے مدعو کیا گیا۔ جب میں موجودہ آئی آئی ایمز کے مقامات کا نقشہ دکھا رہا تھا تو معزز وزیر نے پوچھا کہ مہاراشٹر، آندھرا پردیش، اڑیسہ وغیرہ میں کوئی آئی آئی ایم کیوں نہیں ہے؟ میں نے مودبانہ انداز میں عرض کیا ''سر، اس سوال کا جواب تو آپ کو دینا چاہیے، میں تو صرف موجودہ صورتِ حال پیش کر رہا ہوں''۔ اس کے بعد کیا ہوا، مجھے معلوم نہیں۔ لیکن ۲۰۱۴ میں این ڈی اے حکومت کے تحت وزارت نے مزید چھ نئے آئی آئی ایمز کے قیام کا اعلان کر دیا۔ صرف چار برسوں کے اندر یعنی ۲۰۱۸ تک ان نئے آئی آئی ایمز نے پی جی پی میں تقریباً ۷۰۰ سے زائد نشستوں کا اضافہ کر دیا۔ یوں ۲۰۱۸ میں مجموعی تعداد ۴۷۰۰ تک پہنچ گئی جو ۲۰۰۸-۰۹ کے ۱۷۰۰ اور ۲۰۰۲-۰۳ کے ۸۴۰، پندرہ سالوں داخلوں کے مقابلے میں تقریباً چھ گنا اضافہ تھا۔ یہ ترقی کا وہ خواب تھا جس کی یاد ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہے گی۔

اگر دو سالہ ایگزیکٹو پروگرامز (جن کے لیے پی جی ڈپلومہ دیا جاتا ہے) کے داخلوں کو بھی شامل کیا جائے تو مزید ۳۴۰ سے زائد طلبہ شامل ہو جاتے ہیں اور مجموعی تعداد ۵۰۰۰ سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح وہ خواب حقیقت بن گیا باوجود اس کے تمام رکاوٹوں کے جنہیں پی جی پی داخلوں میں اضافے کی راہ میں مستقل طور پر بیان کیا جاتا رہا تھا۔

خواب سوم: آئی ایم پی میں شمولیت

اوپر بیان کی گے تمام خواب کبھی حقیقت کا روپ اختیار نہ کرتے اگر مجھے آئی ایم پی میں شامل ہونے کا موقع نہ ملتا۔ ان آئی آئی ایمز میں سے ایک نسبتاً نیا ادارہ تھا جو ہندوستان کے جنوب مغربی دور افتادہ کونے میں واقع تھا۔ وہاں کی ثقافت، زبان، خوراک، آب وہوا اور جغرافیہ سب مختلف تھے۔ یہ میرے آبائی شہر سے تقریباً ۲۵۰۰ کلومیٹر دور تھا جہاں میں بیس برس سے زائد عرصے سے مقیم تھا۔ اس کے علاوہ میری اہلیہ بھی علیل تھیں۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں دوبارہ اس مقام پر جاؤں گا جہاں سے تقریباً بیس برس پہلے میں اپنا تین روزہ سفر مختصر کر کے جلدی واپس گجرات لوٹ آیا تھا۔

لیکن اسی ادارے نے وہ خواب پورے کیے جو میں نے اٹھارہ برس قبل آئی ایم ایکس کے لیے دیکھے تھے۔ پی جی پی داخلے

آٹھویں بیچ تک ۱۸۰ تک پہنچ گئے جو تمام آئی آئی ایمز میں سب سے تیز رفتار اضافہ تھا۔ ادارے نے دوسرے ہی سال او بی سی ریز رویشن کے تقاضوں سے بڑھ کر کامیابی حاصل کر لی اور یوں صرف سات برسوں میں پی جی پی پروگرام پانچ گنا بڑھ گیا۔ دنیا میں اس نوعیت کی مثال شاید کہیں اور نہیں ملتی۔ ڈاکٹریٹ پروگرام بھی دسویں سال ہی شروع ہو گیا جبکہ آئی ایم ایکس میں یہ سولہویں سال میں شروع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اساتذہ کی تربیت کے بے شمار پروگرام بھی شروع کیے گئے جس کے نتیجے میں میرے قیام کے تیسرے ہی سال آئی ایم پی AICTE کے اہم QIP مراکز میں شامل ہو گیا۔ کانفرنسوں کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا اور ادارہ پانچ برسوں میں ۱۷ کانفرنسیں منعقد کرنے میں کامیاب رہا جبکہ آئی ایم ایکس میں میں پانچ برسوں میں بمشکل ایک کانفرنس منعقد کرا پاتا تھا۔ یہ سب کچھ ممکن نہ ہوتا اگر میں نے آئی ایم ایکس کے لیے وہ خواب نہ دیکھا ہوتا اور یہ نہ سوچا ہوتا کہ اسے عملی جامہ کیسے پہنایا جائے۔

اس کے ساتھ ایک اور اہم کام یہ تھا کہ ملازمت پیشہ منتظمین کے لیے انٹرا ایکٹو فاصلاتی تعلیمی (آن لائن) پروگرام کی ازسرِ نو تشکیل کی گئی جو ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام ثابت ہوا۔ یہ ان منتظمین کی ضروریات پوری کرتا تھا جو باقاعدہ رہائشی انتظامی پروگرام میں شرکت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ قیام اس لحاظ سے غیر معمولی تھا کہ اس دوران میرے کئی محبوب خواب حقیقت بنتے ہوئے نظر آئے۔

خواب دوم: آئی آئی ایمز کا تعلیمی سرگرمیوں کے لیے باہمی تعاون

یہ میرے زندگی کے واحد خواب نہیں تھے۔ اس کے علاوہ بھی کئی خواب تھے حتیٰ کہ بعض عجیب نوعیت کے بھی۔ آئی آئی ایمز شاذ و نادر ہی مشترکہ تعلیمی سرگرمیاں منعقد کرتے تھے۔ ۱۹۷۵ سے پچیس برسوں تک میں یہ سوچتا رہا کہ ''وہ مل کر یہ کام کیوں نہیں کر سکتے''؟ میرا خواب تھا کہ کسی دن کوئی تعلیمی سرگرمی مشترکہ طور پر انجام پائے۔ یہ خواب ۲۰۰۱ میں حقیقت بنا جب عالمی تجارتی تنظیم (WTO) پر چار آئی آئی ایمز کے اشتراک سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ یہ ایک یادگار دن تھا کہ چھ میں سے پانچ ڈائریکٹرز (ایک اسپتال میں زیرِ علاج تھے) سیمینار میں موجود تھے اور پورے دو دن جوش و خروش کے ساتھ موجود رہے۔ ہر ایک نے سیمینار کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی تھی۔

اس کے بعد اس سے بھی بڑے واقعات پیش آئے۔ چھ آئی آئی ایمز نے مل کر ایک ہفتے پر مشتمل فیکلٹی ڈیولپمنٹ پروگرام شروع کیا جس میں XLRI، IIFT، MDI جیسے ممتاز ادارے بھی شامل ہوئے۔ اس سے قبل اسٹریٹیجک مینجمنٹ جیسے اہم شعبے میں مینجمنٹ اسکولوں کے اساتذہ کی تربیت کے لیے اس نوعیت کی کوئی مشترکہ اور منظّم کوشش نہیں دیکھی گئی تھی۔ ۲۰۰۴ سے ۲۰۱۵ کے دوران ۶۸ پروگرام منعقد کیے گئے جن میں ۱۷۰۰ سے زائد اساتذہ نے شرکت کی۔ یہ تمام پروگرام کم خرچ اور قابلِ

استطاعت تھے جس کے باعث بہت سے اساتذہ اپنی جیب سے رجسٹریشن فیس اور سفر کے اخراجات ادا کر کے ان پروگراموں میں شریک ہوئے۔ مجھے کبھی یقین نہیں تھا کہ ایک دن یہ سب ممکن ہو سکے گا کیونکہ جس ادارے میں، میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزارا وہ پورے دل سے تعاون کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ سب کچھ صرف چند مختصر درخواستوں پر ممکن ہو گیا۔

یہ تعاون صرف اسی حد تک محدود نہیں رہا۔ ان اداروں نے مل کر اسٹریٹیجک مینجمنٹ کے شعبے میں ۲۲ سے زائد سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کیں جو کوئی ایک ادارہ تنہا انجام نہیں دے سکتا تھا۔

خواب اول: آئی ایم ایکس میں پی جی پی کو غیر معمولی بلندی دینا

۱۹۸۹ میں ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ آئی ایم ایکس کا آغاز ۱۹۸۰ کی دہائی کے وسط میں پی جی پی کے صرف ۲۷ طلبہ کے داخلے کے ساتھ ہوا تھا اور تقریباً چار برس تک یہی تعداد برقرار رہی۔ بطور پہلے چیئرمین پلیسمنٹ، میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ ہم ایک نیا ادارہ تھے پھر بھی ہم دوسرے امتحانات ختم ہونے کے صرف ایک ہفتے کے اندر طلبہ کی ملازمتوں کا عمل مکمل کر لیتے تھے جبکہ کئی معروف ادارے اس عمل کو پہلے شروع کرتے اور دو سے تین ماہ تک ملازمتوں کا کام جاری رکھتے تھے۔ آدھی کمپنیاں بغیر کسی تقرری کے واپس جا رہی تھیں اور بہت سی کمپنیوں نے شکایت کرنا شروع کر دی تھی کہ اگر انہیں ایک بھی امیدوار شامل کرنے کا موقع نہ ملا تو وہ آئندہ آنا بند کر دیں گی۔ میں بے چین ہونے لگا کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ اگر یہ ناراضگی جاری رہی تو جب تک ہم اپنی گنجائش بڑھانے کے قابل ہوں گے کمپنیاں ہم میں دلچسپی کھو چکی ہوں گی۔ ادارے کے کیمپس کی تعمیر بھی نہایت سست رفتاری سے جاری تھی کیونکہ وزارتِ انسانی وسائل سے مطلوبہ گرانٹس بروقت نہیں مل رہی تھیں۔ صورتحال یہاں تک پہنچ گئی کہ ۱۹۸۹ کے اوائل میں تعمیراتی کمپنیوں نے خط لکھا کہ وہ ممکنہ طور پر پراجیکٹ آفس بند کر دیں گی۔

اگرچہ کیمپس مکمل بھی ہوا تھا تب بھی یہ سوچ کر خوف محسوس ہوتا تھا کہ تقریباً ۱۲۰۰ ایکڑ اراضی پر پھیلے ایک ویران کیمپس میں جہاں طلبہ کی تعداد صرف ۶۰ کے قریب اور اساتذہ و عملے کی مجموعی تعداد تقریباً ۵۰ تھی ہم کیسے زندگی گزاریں گے خاص طور پر اس صورت میں جبکہ کیمپس میونسپل حدود سے تقریباً ۱۰ کلومیٹر دور تھا اور وہاں تک کوئی عوامی ٹرانسپورٹ بھی دستیاب نہیں تھی۔ صنعتی شعبے کو چھوڑ کر آئی ایم ایکس میں شامل ہونے کا جو خواب میں نے ایک ممتاز قومی ادارہ بنانے کے لیے دیکھا تھا وہ کہیں بھی حقیقت بنتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

لیکن پھر ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ ۱۹۸۹ میں ادارے نے صرف چار ماہ یعنی فروری سے جون کے درمیان داخلوں کی تعداد ۳۴ سے بڑھا کر ۱۰۵ کر دی جو تین گنا سے بھی زیادہ اضافہ تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے دہلی یونیورسٹی کے ایف ایم ایس کو لکھنؤ یونیورسٹی

کے ایم بی اے پروگرام کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۹۲ تک یہ تعداد ۲۰۰ سے بھی تجاوز کر سکتی تھی اور یوں ادارہ اپنے قیام کے صرف نویں سال میں ملک کا سب سے بڑا ادارہ بن کر ایک بالکل مختلف مقام حاصل کر لیتا۔ تاہم ۲۰۰۳-۰۴ تک اسے دیگر تین سینئر آئی آئی ایمز کے مساوی تسلیم کیا جانے لگا۔

اس تین گنا اضافے کی کہانی بھی دلچسپ ہے۔اگست ۱۹۸۷ میں فیکلٹی کونسل کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس کا مقصد تعلیمی امور پر گفتگو سے زیادہ ڈائریکٹر پر تنقید کرنا تھا۔ جب یہ مرحلہ ختم ہو گیا اور ہم چائے کے انتظار میں بیٹھے تھے تو ایک فیکلٹی رکن نے سرسری انداز میں تجویز پیش کی کہ کیا ہمیں مستقبل کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے؟ اس پر مختلف شعبہ جاتی سربراہان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی لیکن اس کا کوئی اجلاس نہ ہو سکا۔مایوس ہو کر میں نے جون ۱۹۸۸ میں "the Future Shaping" کے عنوان سے ایک رپورٹ تحریر کی جس کے ۱۲ صفحات اس بات پر مشتمل تھے کہ آئندہ دس برسوں میں ہم ادارے کو کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں جبکہ ۲۷ صفحات اس مقصد کے حصول کے طریقہ کار کی تفصیل پر مشتمل تھے۔ یہ رپورٹ بھی بالکل پی جی پی رپورٹ کے انداز میں تیار کی گئی تھی۔کمیٹی کا اجلاس تو ہوا لیکن بعض ارکان نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ رپورٹ اتنی طویل ہے کہ اسے پڑھنا مشکل ہے۔

اسی دوران نئے ڈائریکٹر نے ادارے میں شمولیت اختیار کی جبکہ ادارہ مالی وسائل کے شدید بحران سے گزر رہا تھا۔ایسے وقت میں وزارتِ انسانی وسائل نے دس سالہ وژن پلان طلب کیا۔ڈائریکٹر کو اس رپورٹ کے بارے میں معلوم ہوا اور اسی کی بنیاد پر ایک منصوبہ وزارت کو ارسال کیا گیا۔فروری ۱۹۸۹ میں ڈائریکٹر نے مجھے پی جی پی چیئرمین مقرر کیا تاکہ داخلوں کو دو سیکشنز تک بڑھایا جا سکے۔اس فیصلے نے رپورٹ میں تجویز کردہ ۷۰ کی درمیانی حد کو عبور کرتے ہوئے داخلوں کی تعداد براہِ راست ۱۰۵ تک لے جانے کا موقع فراہم کیا۔ بہت سے اساتذہ اور عملے کے افراد حیران تھے کہ یہ سب کیسے ممکن ہوگا۔لیکن یہ سب ہو گیا؛ اساتذہ میں معمولی اضافے، غیر تدریسی عملے میں کسی اضافے کے بغیر اور محدود بنیادی ڈھانچے کو بہتر انداز میں استعمال کرتے ہوئے۔ یہ صرف ایک خواب کی تعبیر نہیں تھی بلکہ ایک قیمتی تجربہ بھی ثابت ہوا جس نے پی جی پی داخلوں میں تیز رفتار اضافے کے لیے مؤثر بنیاد فراہم کی، اور یہی تجربہ بعد میں آئی ایم پی میں بھی مددگار ثابت ہوا۔

''مجھے بی ایچ ای ایل کے سابق چیئرمین مسٹر وی کرشنا مورتی یاد آتے ہیں''۔ڈاکٹر کلکرنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔۱۹۸۴ میں مجھے ان کا انٹرویو لینے کا موقع ملا تھا اور میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے ۱۹۷۲ کے بعد کارپوریٹ پلان کے ذریعے ترقی کی سمت کیسے متعین کی؟ انہوں نے جواب دیا ''مجھے ذمہ داری سونپے جانے سے پہلے میں نے بی ایچ ای ایل اور ایچ ای آئی ایل کے مختلف یونٹس کا تفصیلی مطالعہ کیا تھا۔ بعد میں جب میں سی ایم ڈی بنا تو دراصل میں نے صرف اسی منصوبے پر عمل درآمد کیا''۔

“Committee on Future Directions” کی رپورٹ بھی آئی ایم ایکس کے لیے اسی نوعیت کی مشق ثابت ہوئی، لیکن اسے مکمل طور پر نافذ نہیں کیا جا سکا۔ آئی ایم پی میں، چونکہ میں خود ڈائریکٹر تھا اس لیے میرے پاس اس پر عمل درآمد کے لیے زیادہ آزادی موجود تھی۔ ڈاکٹر کلکرنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’کیا یہ سب خواب تھے؟ کیا خواب حقیقت بنتے ہیں؟ ہاں بھی، اور نہیں بھی۔ وہ حقیقت بنتے ہیں مگر ہمیشہ اسی انداز میں نہیں جیسے آپ نے سوچا ہوتا ہے۔ اور شاید اس وقت تک نہیں بنتے جب تک آپ خود ان کے لیے جوش اور ولولہ محسوس نہ کریں‘‘۔ ڈاکٹر کلکرنی نے اپنی گفتگو کا اختتام کرتے ہوئے کہا۔